بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

اختلاف رائے اور ضبطِ نفس

ہم نے "فکر و نظر" کی ایک گذشتہ اشاعت میں اختلافِ رائے پر تفصیل سے لکھتے ہوئے یہ کہا تھا کہ تلاشِ حق اور انسانی فکر کی ترقی کے لئے اختلاف رائے کا اظہار ازبس ضروری ہے۔ ہر آدمی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ زندگی سے متعلق مسائل میں دوسرے سے اختلاف کرے۔ لیکن یہاں پر چند ایسی مسلمہ عالمگیر سچائیاں ہیں، جن پر اہلِ نظر میں کوئی اختلاف نہیں۔ بلکہ ان کو اپنانا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً سچ بولنا، والدین کی خدمت کرنا، لوگوں سے حسنِ سلوک روا رکھنا، غریبوں کی امداد کرنا، مکر و فریب، بدزبانی اور جھوٹ سے ہر قیمت پر بچنا، اپنی زبان، جذبات اور نفس پر کنٹرول رکھنا۔ غرضیکہ یہ ایسی باتیں ہیں جن پر تاریخِ انسانی کے ہر دور میں شریف لوگوں نے عمل کیا۔ حتیٰ کہ وہ لوگ جنھوں نے رسولِ کریمؐ کی دعوت کو نہیں مانا تھا، انھوں نے بھی رسولِ کریمؐ کی ذات سے متعلق جب کبھی بات کی تو آپؐ کو صادق، امین اور پاکیزہ سیرت انسان ہی سے یاد کیا۔ ابوسفیان نے کہا تھا کہ میں نے اس ڈر سے کہ کہیں میرا نام جھوٹوں کی فہرست میں نہ آجائے اپنے دشمن یعنی پیغمبر اسلامؐ کے بارے میں غلط بات کہنے سے اجتناب کیا۔

واقعہ یہ ہے کہ اخلاقی قدروں کو اپنانے کے لئے بھی آدمی کو انفرادی طور پر بڑی ریاضت اور محنت سے کام کرنا پڑتا ہے، کیوں کہ اسے قدم قدم پر اپنے نفس اور انا کی تمناؤں، حسرتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور اکثر نفس کی پُرپیچ چالوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اہلِ حق نے ہمیشہ اختلافِ رائے کے وقت ضبطِ نفس سے کام لیا اور مخالفتوں کے ہجوم میں بھی اپنے دامن کو کبھی افترا اور جھوٹ سے آلودہ ہونے نہیں دیا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کی نگاہ میں وہ لوگ کامیاب شمار کئے گئے ہیں جنہوں نے نامساعد حالات میں اپنے نفس پر کنٹرول رکھا۔ کیونکہ نفس سے جنگ کرنا زندگی کا مشکل ترین مسئلہ ہے۔ جرمن فلسفی نطشے نے کہا تھا کہ ہر آدمی کے اندر ایک "خوبصورت وحشی حیوان" بیٹھا ہوا ہے جو فتح و نصرت کے لئے اپنے شکار کی تلاش میں رہتا ہے۔ خود مسلمانوں کے بڑے بڑے مفکرین اور صوفیائے کرام نے یہی بات کہی کہ انسان کے لئے اپنی حیوانیت پر قابو پانا ضروری ہے کیونکہ وہ لاہوتی الاصل ہے اور اگر ایسا کرنے میں ناکام رہے تو پھر وہ انسانی درجہ سے گر جاتا ہے۔ اسی خوبصورت حیوان پر قابو پانے کا نام تہذیب و تمدن ہے۔ سیاسی یا اقتصادی طور پر آزادی حاصل کرنا یقیناً بڑی بات ہے لیکن اپنے دل اور وجدان کو اس حیوان کے حملے سے بچانا اور سفلی خواہشات کے پنجے سے آزادی دلانے کا نام صحیح معنی میں تہذیب ہے۔

موجودہ وقت میں ہماری اجتماعی زندگی میں نئے دَور کا آغاز ہو رہا ہے جس کی ابتدا حکومت کے اس مستحسن فیصلے سے ہوئی ہے کہ ملک میں جمہوری روایات کو مضبوط بنانے کے لئے آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کرائے جائیں۔ اس فیصلے سے ہم تبھی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں کہ تقریر و تحریر کی گرمی میں اپنے آپ پر کنٹرول رکھیں اور مسلّمہ بلند اخلاقی قدروں کا دامن کسی صورت میں ہمارے ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے، ہماری یہ ذمہ داری اس لئے بھی بڑھ جاتی ہے کہ ہم ۱۹۷۳ء کے دستور کے مطابق ملک میں آسمانی قدروں پر مبنی ایک معاشرہ قائم کرنا چاہتے ہیں، ایسا معاشرہ جس میں مادّیت سے تنگ آمدہ دکھی انسان سکھ کا سانس لے سکے۔ اور اسے ہر قسم کے خوف و ہراس سے نجات ملے۔ ظاہر ہے کہ ایسے اخلاقی معاشرہ کی تشکیل کے لئے

ہر شہری کو پہلے خود اپنا محاسبہ کرنا چاہیئے اور اپنے نفس میں بیٹھے ہوئے "خوبصورت حیوان" پر قابو پانا چاہیئے ورنہ صرف بلند بانگ دعوؤں اور سچائی سے زبانی وفاداریوں کے بل پہ آج تک کسی کو منزل نہیں ملی۔

قومی سیرت کانفرنس

مقامِ مسرت ہے کہ رسولِ کریمؐ کی حیاتِ طیّبہ کے مختلف پہلوؤں پہ روشنی ڈالنے کے لئے سرکاری سطح پر انتظام کیا گیا۔ اس انتظام سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ریاست شعوری طور پر اپنی اجتماعی زندگی کو صحت مند قدروں پر استوار کرنے کے لئے رسولِ کریمؐ کی زندگی سے روشنی حاصل کرنا چاہتی ہے۔ رسول کریمؐ کی زندگی پر ایک مدت سے مغربی دنیا میں لکھا جا رہا ہے جس سے خود مسلمانوں میں یہ احساس بڑی شدت سے اُبھرا کہ اُنہوں نے اب تک مجموعی طور پر اپنے قومی اور ملی فرض سے جو تغافل برتا تھا، اب اسے مزید روا نہیں رکھا جائے گا، یہ کانفرنس دراصل اسی احساس کا ایک مظہر ہے۔ اسی کانفرنس کے ایک خصوصی اجلاس میں مقالات بھی پڑھے گئے، جس میں ملک کے بعض ممتاز دانشور اور سکالرز نے حصہ لیا۔ ان مقالات میں جہاں رسولِ کریمؐ کی عملی زندگی کو سادہ الفاظ میں بیان کیا گیا، وہاں ختمِ نبوّت کی حکمت، انسانی فکر و تہذیب کا مسلسل ارتقاء اور اس ارتقاء میں اجتہاد کا کردار، غرضیکہ اس قسم کے فکری مسائل پر فلسفیانہ نقطۂ نظر سے بحث کی گئی، جس سے مقصد یہ تھا کہ عہدِ حاضر میں مسلمانوں کو اپنی اجتماعی زندگی کو آگے بڑھانے اور اپنے قومی تشخص کو برقرار رکھنے کے لئے فلسفۂ تہذیب و حیات سے واقف ہونا کس قدر ضروری ہے۔ گزشتہ سال مارچ ۱۹۷۶ء میں بین الاقوامی سیرت کانفرنس منعقد ہوئی تھی، جس میں شرق و غرب کے سکالرز نے حصہ لیا تھا۔ ان مقالات کی ایک جلد بھی اس موقع پر شائع کی گئی۔ جس میں دونوں مسلم اور غیر مسلم سکالرز کے افکار شامل ہیں۔